

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
 عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کیے ہوئے
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
 صد گلستاں نگاہ کما سماں کیے ہوئے
 پھر چاہتا ہوں نامہٴ دلدار کھولنا
 جاں نذرِ دل فریبی عنوان کیے ہوئے
 مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
 زلفِ سیاہ رُخ پہ پریشاں کیے ہوئے
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
 سرمے سے تیز دشنہٴ مژگاں کیے ہوئے
 اک نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
 چہرہٴ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
 سرزیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
 بیٹھے رہیں تصویرِ جانِ ناں کیے ہوئے

بن گئی۔ اسے
 مرزا غالب
 آتشِ سیال
 کہتے تھے،
 یعنی بہ طورِ مبالغہ
 بہتی ہوئی آگ
 ظاہر ہے کہ
 ایسی حالت
 میں شراب
 بھرے پیالوں
 کو چراغاں
 سے تشبیہ دینا
 عین مناسب
 حال ہے۔
 ۲۔ شرح
 میں نے پہلی
 مرتبہ محبوب
 کی دعوت کی
 تھی تو اس
 کی پلکوں کے
 لیے جگر کو
 پارہ پارہ کر
 ڈالا تھا۔